ابن خلدون کا نظریہ عصبیت اور اسلام میں عصبیت کی مذمت

ڈاکٹر زاہد علی زاہدی
استاد شعبہ علوم اسلامی، جامعہ کراچی

Dr. Zahid Ali Zahidi is an Assistant Professor in the Department of Islamic Learning, University of Karachi. Beside other courses he has been teaching History of Muslim Civilization for many years. In this article he has discussed the popular theory of `Asabiyya or asabiyah of Ibn-e-Khaldoun (1332 - 1406 a.d.) and compared it with the Islamic view about such asabiyah. In his popular Muqaddimah (the preamble of his voluminous history) he strongly argues that the most powerful motivation in the life of a nation is the strong social solidarity with tribe or family. This strong solidarity helps a tribe to establish a government and lead the nation. Ibn-e-Khaldoun believes that it also helps the religious preaching and then moving forward he argues that prophets also succeeded in their goals due to this type of tribal solidarity. The author shows that this type of social solidarity or nationalism is not Islamic but it is

in the tribalism. Rather Islam has discouraged such pre-Islamic tribal value and the prophet of Islam has sayings against it. The article is in fact a scholarly criticism on the theory of Ibn-e-Khaldoun.

ابوزید علامہ عبد الرحمن ابن محمد خلدون الحضرمی المغربی (۷۳۲ھ/۱۳۳۲ء تا ۸۰۸ھ/۱۴۰۶ء) جو ابن خلدون کے نام سے معروف ہیں عالم اسلام کے ایک بڑے مفکر سمجھے جاتے ہیں۔ان کی معروف تاریخ اسلامی تاریخ کے ایک بڑے عہد کا احاطہ کرتی ہے البتہ ان کا نام مؤرخین کی فہرست میں طبری، یعقوبی، مسعودی، ابن کثیر اور ابن اثیر کے بعد آتا ہے۔ابن خلدون کی زندگی نہایت متنوع حالات سے گذری کبھی تو وہ علمی ترقی و کامیابی کے زینے طے کرتے ہوئے نظر آتے ہیں اور کبھی میدان سیاست و ریاست میں کارنامے دکھاتے ہوئے۔کبھی خطابت کے جوہر دکھاتے ہیں اور کبھی مسند قضا پر براجمان نظر آتے ہیں۔کبھی وہ ایک اچھے استاد کی طرح درس دیتے ہوئے نظر آتے ہیں اور کبھی تصنیف و تالیف میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ زندگی میں انہوں نے اچھے دن بھی دیکھے اور مشکلات و مصائب کا سامنا بھی کیا۔محلات میں پر تعیش زندگی بھی گزاری اور قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کی۔ جنگ و جدل میں بھی شریک ہوئے تو صحراؤں کی خاک بھی چھانی۔ دنیا کے گوش و کنار کی ایسی سیر کی کہ کائنات کی حقیقتوں سے آشنا ہوئے اور عالم عربی کے زوال اور عالم غربی کے عروج کا مشاہدہ کیا۔الغرض ایک بھرپور زندگی کا لطف اٹھایا اور معلومات کا ایک خزانہ جمع کیا۔ابن خلدون کی تاریخ نے تو تاریخ کی کتابوں میں طبری یا مسعودی جیسا مقام حاصل نہیں کیا تاہم ان کے مقدمہ نے اس کی کسر پوری کر دی۔مقدمہ ابن خلدون دراصل کسی مسلمان مفکر کی جانب سے پہلا عمرانی علوم کا دائرۃ المعارف ہے۔ابن خلدون کو حدیث، فقہ، سیرت یا تاریخ میں کوئی خاص مقام ملے یا نہ ملے اس میں کوئی شک نہیں کہ عمرانی علوم کے وہ پہلے مسلمان مفکر ہیں۔

مقدمہ ابن خلدون کے دوسرے باب میں ابن خلدون نے اپنا معروف نظریہ پیش کیا ہے جس کو نظریہ عصبیت کہتے ہیں۔ابن خلدون دراصل اس باب میں بدوی آبادی، وحشی اقوام کی بود و باش اور ان کے حالات و کوائف کو بیان کرتے ہیں۔اس بحث میں وہ اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ اہل عصبیت ہی بدوی طریق پر زندگی بسر کر سکتے ہیں۔بعد ازاں وہ اس عصبیت کی اہمیت کو اور زیادہ اجاگر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عصبیت، نسبی اتحاد اور دیگر قریبی تعلقات سے پیدا ہوتی ہے۔بعد ازاں جب وہ بدوی زندگی سے ریاست کی تشکیل کے مرحلے کی بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ قبیلہ میں جو خاندان عصبیت میں قوی تر ہوتا ہے وہی ریاست کا مالک ہوتا ہے۔

ابن خلدون اپنے مقدمہ کے تیسرے باب میں ایک مرتبہ پھر سلطنت و ملک و خلافت اور مراتب سلطانیہ کو بیان

کرتے ہوئے سلطنت کی شان وشوکت کو بیان کرتے ہیں تو پھر عصبیت کو اس کی روح قرار دیتے ہیں۔ابن خلدون اپنے نظریہ عصبیت میں اس قدر راسخ ہیں کہ کہتے ہیں کہ دینی دعوت بھی عصبیت کے بغیر پوری نہیں ہوتی اور انبیاء علیہم السلام کی کامیابی اور ان کی شرافت وکرامت کا دوام مثلاً بنی اسرائیل میں مبعوث ہونے والے انبیاء کا سلسلہ نسب عصبیت کا آئینہ دار ہے۔یہی وہ مرحلہ ہے کہ جہاں ہمیں یہ دیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے کہ ابن خلدون کے نزدیک نظریہ عصبیت کی حقیقت کیا ہے؟ کیونکہ عصبیت کے بارے میں اسلامی مصادر میں جو کچھ آیا ہے وہ عصبیت کے صریحاً خلاف ہے مثلاً صحیح مسلم میں ہے:

قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ -صلی اللہ علیہ وسلم: مَنْ خَرَجَ مِنَ الطَّاعَةِ وَفَارَقَ الْجَمَاعَةَ فَمَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً وَمَنْ قَاتَلَ تَحْتَ رَايَةٍ عُمِّيَّةٍ يَغْضَبُ لِعَصَبَةٍ أَوْ يَدْعُو اِلَى عَصَبَةٍ أَوْ يَنْصُرُ عَصَبَةً فَقُتِلَ فَقِتْلَةٌ جَاهِلِيَّةٌ.

جو شخص حاکم کی اطاعت سے باہر ہو جائے اور جماعت کا ساتھ چھوڑ دے پھر وہ مرے تو اس کی موت جاہلیت کی سی ہوگی اور جو شخص اندھے جھنڈے کے تلے لڑے یعنی عصبیت کی خاطر غضبناک ہو اور عصبیت کی طرف دعوت دیتا ہو یا عصبیت کی خاطر کسی کی مدد کرتا ہو اور اس حالت میں مرجائے تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔(۱)

دیگر احادیث میں بھی عصبیت کی سخت ممانعت آئی ہے اور اس کو اسلام کی روح کے خلاف قرار دیا گیا ہے۔عصبیت کو جاہلیت کی یادگار قرار دیا گیا ہے اور اس سے بچنے کے لیے کہا گیا ہے۔خصوصاً قبائلی تعصب کی اسلام سختی سے حوصلہ شکنی کرتا ہے۔اسلام میں قبائل وشعوب کو فقط تعارف کا ذریعہ بتایا گیا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں آیا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا اِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ(۲)

اے انسانوں ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا ہے تا کہ تم تعارف کراسکو یقیناً اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تقویٰ میں زیادہ ہو بے شک اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے اور وہ باخبر ہے۔

ابن خلدون نے اپنے نظریہ عصبیت کی ابتدائی بحث بدویانہ طرز زندگی سے کی ہے۔ان کا کہنا ہے کہ اہل عصبیت ہی بدوی طریق پر زندگی بسر کرسکتے ہیں وہ کہتے ہیں:

دیہات میں نہ حاکم وسلطان ہے نہ فصیل وشہر پناہ اور نہ ہی فوج ولشکر۔ان میں تو ان کے بڑے بوڑھے اپنے اس وقار وعزیمت کے بل بوتے پر جو لوگوں کے دلوں میں ان کی طرف سے قائم ہے، ایک کو دوسرے پر ظلم کرنے سے بچاتے ہیں اور جب کسی گھرانے پر کوئی ظلم کرتا ہے تو خود اسی گھرانے کے بہادر دکھیایا اس کے اور قرابت دار قبیلہ کے شریک

حال ہوکر حفاظت کرتے ہیں اور ظلم کو ٹالتے ہیں اور یہ صورت اسی وقت ممکن ہے کہ وہ گھرانہ عصبیت رکھتا ہو اور سب ایک نسل کے ہوں تاکہ قبیلہ کی ایک شان وشوکت ہو اور لوگ ان سے الجھتے ہوئے کانپیں اور ڈریں کیونکہ ہر شخص اپنے خاندان اور اپنوں ہی پر مٹتا اور جان دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں یہ مادہ رکھا ہے کہ ہر ایک اپنے ہی خویش واقارب پر دم دیتا ہے۔ اور ایک قبیلہ وخاندان کے سب افراد ایک دوسرے کی مدد ونصرت کر کے ہی زندہ رہتے ہیں اور خود کو دشمن سے بچاتے ہیں اور اسی عصبیت کی طرف قرآن پاک میں حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ میں اشارہ ہے کہ جب ان کے بھائیوں نے اپنے والد سے کہا کہ اگر ہمارے سب کے ہوتے یوسف کو بھیڑیا کھا جائے تو یہ تو بڑے غضب کی بات ہے اور ہم سب کے لیے باعث خسارہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کسی جتھے کے افراد میں عصبیت وحمیت موجود ہو تو پھر کسی پر ظلم کیوں ہو۔ اس سلسلہ میں اتحاد نسبی اور نسلی یگانگت بھی رفع ظلم کے لیے بہت ہی ضروری ہے کیونکہ ایسی صورت میں اگر لڑائی بھڑک اٹھتی ہے اور پورے خاندان کی لاج خطرہ میں ہوتی ہے تو ہر فرد شمشیر بکف ذلت وخواری سے اپنی جان کو نجات دلاتا ہے اور اس کیلئے جان تک پر کھیلنے کے لیے تیار ہوتا ہے۔ اگر ایسی عصبیت بدویوں میں نہ ہو تو وہ جنگلوں میں رہ بس کیسے سکتے ہیں۔ وہ دوسری قوموں کا کسی نہ کسی وقت آسانی سے لقمہ بن جائیں اور غیر ان کو ذرا سی دیر میں ہضم کر جائیں۔ اب رہائش اور بسنے میں خاندانی وقبائلی عصبیت وحمایت جس قدر ضروری ثابت ہوئی اسی قدر دوسرے امور میں بھی اس کی ضرورت واہمیت محسوس ہوتی ہے مثلاً نبوت کی اشاعت اور نبی کو کامیاب بنانا، کسی سلطنت کی بنیاد ڈالنی اور اس کا وقار قائم کرنا، یا کسی دعوت کی تبلیغ کرنا اور اس کو شائع وذائع کرنا کیونکہ ان سب امور کا بروئے عمل آنا بغیر جنگ وقتال کے ممکن نہیں۔ جب طبیعت انسانی میں خودسری وخودرائی ابتدائے فطرت سے موجود ہو تو انسان کو بغیر طاقت وزور کے کس طرح کوئی بات منوائی جاسکتی ہے۔ جنگ وقتال زور وطاقت کے استعمال میں عصبیت وحمیت ہی کی کارفرمائی ہے جیسا کہ ابھی معلوم ہوا کہ بغیر عصبیت وحمیت کے جذبے کے کوئی کیوں اپنا خون بٹوئے اور آمادہ پیکار ہو۔ (۳)

ابن خلدون کی یہ بات تو صحیح ہے کہ بدویانہ زندگی میں عصبیت ایک موثر ہتھیار ہے اور دیہات میں انسان اپنے قوم قبیلے ہی کے بل بوتے پر زندگی بسر کرسکتا ہے تاہم اسی کو بنیاد بنا کر ایک انسانی معاشرے کی تمدنی تشکیل کوئی قابل قدر اصول نہیں ہے۔ جناب یوسف علیہ اسلام کے بھائیوں کے جواب کو دلیل بنانا بھی کوئی اسلامی دلیل نہیں کیونکہ بھائیوں کے درمیان محبت ایک فطری امر ہے اس کا تعلق قبائلی عصبیت سے نہیں ہے نہ ہی مفسرین نے حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی اس گفتگو کے پس منظر میں ایسی کوئی بات کی ہے بلکہ اس کے پس منظر میں حضرت یعقوب علیہ السلام کا وہ اندیشہ تھا کہ جس کے مطابق وہ سمجھتے تھے کہ بھائی یوسفؑ سے حسد کرتے ہیں اور بھائیوں نے جب یوسفؑ کو ساتھ لے جانے پر اصرار کیا تو وہ سمجھ گئے کہ کوئی گڑ بڑ ہے، انہوں نے پس وپیش سے کام لیا تو بھائیوں نے یقین دلانے کے لیے یہ بات کی۔

جنگ کے دوران اپنے قبیلے کا ساتھ دینا اور دفاع عن القوم ایک حقیقت ضرور ہے لیکن اسلام نے اس کو پسند نہیں کیا کیونکہ یہ ایک حیوانی صفت ہے انسان کا مقام اس سے کہیں بلند ہے کہ فقط اپنے نوع کا دفاع کرے بلکہ اس کو تو عدل و احسان کا حکم دیا گیا ہے اور ظالم سے دشمنی کے لیے کہا گیا ہے۔

ابن خلدون کا یہ تجزیہ بھی درست نہیں کہ انبیاء کی تحریک کی کامیابی عصبیت کی رہین منت ہے۔ بہت سے انبیاء علیہم السلام کو اپنی اپنی قوم کی طرف مبعوث کیا گیا تاکہ وہ ان کی زبان، ثقافت اور تاریخ سے واقفیت کی بنا پر زیادہ موثر تبلیغ کرسکیں لیکن بہت سے انبیاء کا ساتھ ان کی اپنی قوم نے نہیں دیا اور ان کو جھٹلایا یہاں تک کہ بعض اوقات قتل بھی کردیا۔ خود پیغمبر اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ جب آپ کو اللہ کا حکم آیا کہ اپنے قریبی رشتہ داروں کو اللہ سے ڈرایئے تو آپ نے ان کو دعوت دی جس کو دعوت ذوالعشیر ۃ کہتے ہیں (۴) لیکن اس موقع پر کسی نے بھی اسلام قبول نہ کیا صرف حضرت علیؓ نے اس دعوت پر لبیک کہی لیکن علیؓ تو تھے ہی آپ کے تربیت یافتہ۔ آپ کے بعض رشتہ داروں کی دشمنی اس حد تک تھی کہ قرآن کریم میں اس کی مذمت میں سورہ لہب نازل ہوئی۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب بھی آپ کے چچا تھے تاہم ظاہراً وہ فتح مکہ کے موقع پر ایمان لائے۔ حضور کی رحلت کے بعد ایک موقع پر انہوں نے حضرت علی سے کہا کہ "تم اپنا ہاتھ لاؤ میں تمہارے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں جب لوگ تذکرہ کریں گے کہ رسول اللہ ﷺ کے چچا نے ان کے چچیرے بھائی کے ہاتھ پر بیعت کی تو اس بنا پر کوئی بھی تمہاری امامت میں اختلاف نہ کرے گا (۵) لیکن حضرت علی نے اپنا ہاتھ نہیں بڑھایا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اس کے پیچھے قبائلی عصبیت کارفرما ہے اور علی اس عصبیت کے زیر اثر بیعت نہیں چاہتے تھے کیونکہ وہ پروردہ رسول تھے۔ سیرت طیبہ میں ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ اہل مکہ نے حضور کا ساتھ نہیں دیا جبکہ اہل مدینہ نے آپ کا بھرپور ساتھ دیا یہاں تک کہ آپ کی مدینے کی جانب ہجرت سے قبل ہی کافی تعداد میں لوگ وہاں مسلمان ہو چکے تھے۔ اہل مدینہ نے اپنے قبائلی عصبیت کو اسلام کے نام پر ختم کردیا اور بھائی بھائی بن گئے۔ خصوصاً اوس وخزرج کے درمیان جاری ڈیڑھ سو سال کی جنگ کی آگ اسلام کی برکت سے خاموش ہوگئی اور جو لوگ برسرپیکار تھے باہم شیر وشکر ہوگئے۔ قرآن کریم نے انہی کے لیے کہا ہے کہ اِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ اِخْوَانًا (تم ایک دوسرے کے دشمن تھے اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اور اس کی نعمت کے سبب تم بھائی بھائی بن گئے)(۶)۔

جب ابن خلدون کہتے ہیں کہ قبیلہ میں جو خاندان وگھرانہ عصبیت میں قوی تر ہوتا ہے وہی ریاست کا مالک ہوتا ہے (۷) یا عصبیت والی قوم پر غیر قوم کا آدمی حکمرانی نہیں کرسکتا (۸) یا خاندان اور مرتبہ کی شرافت اصالتہً اور حقیقتاً اہل عصبیت کا حق ہے اور دوسروں کے لیے یہ شرافت مجازی ہے اور محض اعتباری (۹) تو اس سے مراد کوئی تہذیب وتمدن کا

اصول نہیں ہے بلکہ یہ محض ایک قبائلی نظام کی تاریخ ہے۔ البتہ شاید ابن خلدون اس کو اصول سمجھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ نہایت شد و مد کے ساتھ کہتے ہیں کہ:

ہم یہ پہلے ہی بتا چکے ہیں کہ عصبیت ہی کی بنا پر حمایت، قوت، مدافعت اور حق طلبی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور یہ بات بھی معرض بیان میں آچکی ہے کہ انسان بالطبع اجتماعی زندگی میں کسی حاکم و عادل کا محتاج ہے کہ وہ ایک کو دوسرے کی دست برد سے بچائے اور اس حاکم کے لیے ضروری ہے کہ وہ عصبیت کے زور سے محکوم افراد پر غالب رہے تاکہ اس کے تمام احکام باحسن وجوہ نفاذ پاسکیں۔ اسی غلبہ و استیلاء کو حکومت و سلطنت کہا جاتا ہے۔۔۔ تو نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ تغلب ملکی عصبیت کا آخری و صرف ایک مقصد ہے اور یہی ہم نے ثابت کرنا چاہا تھا۔ (۱۰)

آگے چل کر یہ بھی کہتے ہیں کہ:

پھر اگر ایک قبیلہ میں مختلف گھرانے اپنی جدا جدا عصبیت رکھتے ہیں تو ان میں ایک ایسی عصبیت کا ہونا ضروری ہے جو تمام عصبیتوں میں قوی، سب پر غالب اور سب کو اپنے میں ضم کر لینے والی ہو گویا اس کا شمار ایک بڑی عصبیت میں ہو، جس کو ہم ملک و حکومت کی عصبیت کہہ سکتے ہیں۔ اگر ایسی صورت نہ ہوگی تو قبیلوں و خاندانوں کا شیرازہ بکھر جائے گا اور لوگ اختلاف و تنازع میں پڑ کر مٹ مٹا جائیں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَفَسَدَتِ الْأَرْضُ۔ جب یہ عصبیت ملکی خاص قبیلہ کی عصبیتوں پر چھا جاتی ہے تو بالطبع دور کی دوسری عصبیتوں پر غلبہ ڈھونڈتی ہے۔ (۱۱)

یہاں ابن خلدون خاندانی عصبیت پر ملکی و حکومتی عصبیت کی برتری کو ثابت کرنا چاہتے ہیں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر ملکی و حکومتی عصبیت خاندانی و نسبی عصبیت سے قوی تر شے ہے تو پھر درج بالا نظریہ کہاں کھو گیا جس میں خود ابن خلدون فرماتے ہیں کہ "نسب کا فائدہ عصبیت میں مضمر ہے جو باہمی نصرت و حمایت پر مجبور کرتی ہے۔ پس جس قدر عصبیت قوی و باشوکت ہوگی اور گھرانہ باعزت و باوقار، اسی قدر نسب کا فائدہ واضح تر اور اس کا اثر قوی تر ہوگا اور آباء و اجداد کی شرافت و عزت اس پر سونے پر سہاگہ ہوگی۔" (۱۲)

ابن خلدون نے سورہ بقرۃ کی آیت کی بھی تفسیر بالرائے کی ہے کیونکہ اس آیت کا یہ مطلب بھی شاذ ہے اور یہ تفسیر کسی نے بھی نہیں کی نیز اسی مفہوم کی ایک آیت سورہ حج میں بھی ہے جس میں کہا گیا ہے:

الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَنْ يَقُولُوا رَبُّنَا اللّٰهُ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيرًا وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَنْصُرُهُ إِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ (۱۳)

یہاں صاف صاف کہہ دیا گیا ہے کہ خداوند عالم جن لوگوں کے ذریعے مدد کرتا ہے ان کی ایک بنیادی شرط توحید ہے نہ کہ قبائلی عصبیت اور اس آیت کو مطلق قرار دینے کی ظاہراً کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ ابن خلدون تو اس قدر عصبیت کے قائل ہیں کہ خاندان سے باہر شادی کر کے نسل کو مخلوط کرنے سے ان کے خیال میں شرافت و کرامت بھی ختم ہو جاتی ہے حالانکہ یہ بات نہ دین کے مطابق درست ہے اور نہ ہی جدید سائنس کے مطابق مگر ابن خلدون اس معاملے میں بھی شدت پسند دکھائی دیتے ہیں۔ ایک مقام پر وہ کہتے ہیں:

کبھی ایک خاندان کو بلحاظ اخلاق و اطوار و عصبیت پوری شرافت نصیب ہوتی ہے لیکن جونہی اس خاندان نے شہری زندگی میں قدم رکھا اس کی شرافت میں فرق آنے لگتا ہے اور نسب مخلوط ہونے لگتا ہے۔ پھر دماغوں میں شرافت کا خیال ہی خیال رہ جاتا ہے جس سے وہ اپنے آپ کو شریفوں میں گنتے ہیں حالانکہ ان کو شرافت سے دور کی نسبت بھی نہیں ہوتی کیونکہ وہ عصبیت سے محروم ہوتے ہیں۔ چنانچہ اکثر شہری عرب و عجم اپنی ابتدائی زندگی میں اسی شرافت کے وسوسہ و خبط میں مبتلا ہوتے ہیں۔ (۱۴)

اپنے مقدمہ کے تیسرے باب میں بھی ابن خلدون عصبیت کی شان میں قصیدہ خوانی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں یہاں تک کہ فرماتے ہیں کہ دینی دعوت عصبیت کو دوبالا کر دیتی ہے اور دعوت دینی عصبیت کے بغیر پوری نہیں ہوتی (۱۵) مگر ہم دین اسلام کی تعلیمات اور اسلام کی تمدنی تاریخ میں دیکھ سکتے ہیں کہ ابن خلدون کا نظریہ عصبیت کارفرما نہیں ہے۔

حوالہ جات

۱۔ مسلم بن الحجاج بن مسلم القشیری النیشاپوری، صحیح مسلم، دار الجیل بیروت، دار الأفاق الجدیدة، بیروت، کتاب الامارة، باب الْأَمرِ بِلُزُومِ الْجَمَاعَةِ عِنْدَ ظُهُورِ الْفِتَنِ وَتَحْذِيرِ الدُّعَاةِ اِلَی الْکُفر، جز ٦، ص ٢٢

۲۔ سورہ حجرات ۱۳

۳۔ مقدمہ ابن خلدون، مترجم مولانا سعد حسن خان یوسفی، میر محمد کتب خانہ مرکز علم وادب، کراچی، ص ۱۳۵۔۱۳۶

۴۔ وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ (سورہ شعراء ۲۱۴)

۵۔ الماوردی، ابوالحسن علی بن حبیب البصری البغدادی، الاحکام السلطانیہ، مترجم مولانا سید محمد ابراہیم، ادارہ اسلامیات، لاہور، ص ۷، ۱۹۸۸ء۔

۶۔ سورہ آل عمران ۱۰۳

۷۔ مقدمہ ابن خلدون، ص ۱۳۸

۸۔ ایضاً ص ۱۳۹

۹۔ ایضاً ص ۱۴۱

۱۰۔ ایضاً ص ۱۴۶

۱۱۔ ایضاً ص ۱۴۶

۱۲۔ ایضاً ص ۱۴۱

۱۳۔ سورہ حج ۴۰

۱۴۔ مقدمہ ابن خلدون، ص ۱۴۱

۱۵۔ ایضاً ص ۱۶۵